ترجمہ وتلخیص: فدا محمد عدیل (پہلی قسط)

گوانتاناموبے میں کیا قیامت ڈھائی جارہی ہے؟

پاکستان میں طالبان کے آخری سفیر ملا عبدالسلام ضعیف
امریکی عقوبت خانے میں گزرے لہورنگ شب وروز کی دل گداز روداد بیان کررہے ہیں

ملا عبدالسلام ضعیف صوبہ قندھار کے ضلع پنج وائی میں ملا نور محمد کے ہاں جنوری ۱۹۶۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر عزیز کی صرف دو بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ ماں کی ممتا سے محروم ہوگئے۔ ماں کی رحلت کے بعد والد نے ان کی تعلیم وتربیت پر بھرپور توجہ دی۔ ابتدائی مذہبی تعلیم والد ہی سے حاصل کی۔ ابھی ان کی عمر نو سال تھی کہ ۱۹۷۶ء میں سایہ پدری سے بھی محروم ہوگئے۔ مزید تعلیم اپنے بڑے بھائی سے اور کچھ مقامی سکول میں حاصل کی۔ ۱۹۷۸ء میں افغانستان پر افتاد آپڑی تو خاندان کے دیگر افراد اپنے ساتھ ان کو بھی پاکستان لے آئے۔ یہاں نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ وطن کی محبت نے ان کو چین سے رہنے نہ دیا اور کم سنی ہی میں ان کے اندر جہاد کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ ملا ضعیف نے اپنے والد کے ایک قریبی دوست ملا محمد صادق اخوند کے ساتھ ضلع پنج وائی میں صدقیہ تحریک کے بینر تلے جہاد شروع کیا۔ جہاد کے ساتھ ساتھ علم کے مزید موتی سمیٹنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ صدقیہ تحریک میں فعال کردار ادا کرنے پر ان کو اس تحریک میں اہم ذمہ داریاں تفویض کی گئی تھیں۔ افغانستان میں مجاہدین کی کامیابی تک وہ مذکورہ تحریک کے لیے بطور رہنما اور مدرس خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد حصولِ علم کا ادھورا سلسلہ مکمل کرنے کی غرض سے پھر پشاور آئے۔ یہاں دورۂ حدیث کے علاوہ انگریزی اور عربی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ طالبان تحریک کے آغاز سے لے کر اب تک اس سے وابستہ ہیں۔ طالبان نے صوبہ ہرات پر قبضہ کیا تو ان کو یہاں کے مرکزی بینک کا انچارج مقرر کردیا گیا۔ پندرہ ماہ تک اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کرنے کے بعد وزیر دفاع مقرر کیے گئے۔ وزارت کا قلم دان سنبھالنے کے چھے ماہ بعد مستعفی ہوگئے۔ اس کے بعد وزیر ٹرانسپورٹ بھی رہے۔ ۲۰۰۱ء میں اسلام آباد میں افغانستان کے سفیر مقرر کیے گئے۔ یکم جون ۲۰۰۲ء کو پاکستانی حکام نے ان کو امریکیوں کے حوالے کردیا اور تین سال دس مہینوں تک انہوں نے افغانستان اور امریکہ کی جیلوں میں سخت ترین ذہنی وجسمانی تشدد، صعوبتیں اور تکالیف برداشت کیں۔ ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۵ کو امریکہ نے ان کو موجودہ افغان حکومت کے حوالے کردیا۔ آج کل افغان دارالحکومت کابل میں مقیم ہیں۔

ملا عبدالسلام ضعیف طالبان دور میں اسلام آباد میں افغانستان کے سفیر تھے۔ وہ ملا عمر کی حکومت کے سقوط تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اب بھی پاکستان کو بڑا بھائی قرار دیتے ہیں مگر پاکستان کے لیے وہ قصۂ پارینہ بن چکے ہیں۔ پاکستانی حکام نے ان کو امریکہ کے خونخوار پنجوں میں دیا تو یہ اقدام ان کے لیے حیران کن اور انوکھا نہیں تھا۔ ملا ضعیف تین سال اور دس مہینے گوانتاناموبے اور افغانستان کے عقوبت خانوں میں اپنے سینے پر وقت کے

جابروں کے ضرب سہتے رہے۔اس عذاب سے رہائی کے بعد ان کی دل ہلا دینے والی داستان کتابی صورت میں منظر عام پر آئی ہے۔پشتو زبان میں تحریر کی گئی ان کی کتاب میں ایسے ایسے روح فرسا واقعات بیان کیے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔ملا ضعیف کی اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے اسے بڑے معروضی اور بے لاگ انداز میں تحریر کیا ہے۔جہاں انہوں نے گوانتاناموبے میں تعینات سنگ دل امریکیوں کے مظالم کو صاف صاف بیان کر دیا ہے۔وہاں اگر کسی امریکی فوجی یا افسر کا رویہ متاثر کن رہا تو انہوں نے اس کا اعتراف کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیا۔بدنام زمانہ امریکی عقوبت خانہ گوانتاناموبے پچھلے کئی برسوں سے عالمی سطح پر جمہوری ،قانونی اور سیاسی حلقوں اور انسان حقوق کے کارکنوں کی شدید تنقید کا نشانہ بنا ہوا ہے۔گوانتاناموبے میں قیدیوں سے روا رکھے جانے والے مظالم کی کچھ جھلکیاں مختلف راویوں کی زبانی پہلے بھی سامنے آچکی ہیں مگر یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک اہم اور ذمہ دار طالبان لیڈر نے اس حوالے سے نہایت مفصل اور جامع کتاب تحریر کی ہے۔ملا عبدالسلام ضعیف کی پشتو کتاب کی تلخیص روزنامہ ''ایکسپریس'' کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

☆.....☆.....☆

یہ ۲ر جنوری ۲۰۰۲ء کی صبح تھی۔پاکستان میں سال نو کی تقریبات اختتام پذیر ہو چکی تھیں۔میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ معمول کی زندگی گزار رہا تھا اور ہر وقت افغانستان میں رہنے والے گمشدہ بھائیوں اور شہیدوں کی فکر میں مبتلا رہتا تھا۔میں ان کی قسمت پر کڑھتا تھا مگر اپنی تقدیر سے لاعلم تھا۔تقریباً ۸ بجے کا وقت تھا۔گھر کے محافظوں نے اطلاع دی کہ چند پاکستانی سرکاری اہلکار آپ سے ملنے آئے ہیں۔مہمانوں کو ایک چھوٹے سے کمرے میں بٹھایا۔یہ تین افراد تھے۔ان میں ایک پختون اور باقی دو اردو بولنے والے تھے۔میں نے افغان روایات کے مطابق تینوں مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور چائے بسکٹ سے تواضع کی۔میں متجسس تھا کہ وہ کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ اردو بولنے والے ایک سیاہ رنگ کے موٹے کلین شیو شخص جس کے چہرے سے نفرت اور تعصب ٹپکتا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے دوزخ کا ایلچی ہو'نے بظاہر بڑے مودبانہ انداز میں بات شروع کی اور پہلا جملہ یہ ادا کیا:Your Excellency you are no more Excellency پھر وہ شخص بولا:''آپ جانتے ہیں امریکہ بہت بڑی طاقت ہے اور کوئی اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔نہ ہی کوئی اس کا حکم ماننے سے انکار کی جرأت کر سکتا ہے۔امریکہ کو آپ کی ضرورت ہے تاکہ آپ سے پوچھ گچھ کی جا سکے۔ہم آپ کو امریکہ کے حوالے کرنے آئے ہیں تاکہ اس کا مقصد بھی پورا ہو اور پاکستان کو بھی بڑے خطرے سے بچایا جائے۔''میں نے بحث شروع کر دی اور کہا کہ چلو مان لیا امریکہ ایک سپر طاقت ہے لیکن دنیا کے کچھ قوانین اور اصول بھی تو ہیں' جن کے تحت لوگ زندگی گزارتے ہیں۔میں حیران ہوں کہ کن مروجہ اسلامی یا غیر اسلامی قوانین کے تحت مجھ سے یہ بدسلوکی کی جا رہی ہے ؟ آپ کس کے ہاتھوں مجبور ہیں۔آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ مجھے میرے سوالوں کا جواب دیں اور مجھے اتنی مہلت دیں کہ میں آپ کا ملک پاکستان چھوڑ دوں۔میری باتوں پر اس نے غراتے ہوئے کہا:''آج ہمیں اسلام یا قانون نہیں پاکستان کے مفادات عزیز ہیں۔''میں نے یہ بات سنی تو سمجھ گیا کہ اب کوئی دلیل اور عذر کام نہ آسکے گی۔خاموشی اختیار کرنے سے قبل صرف اتنا کہا کہ جو آپ کی مرضی ہے' کریں۔ہم بے بس اور مجبور لوگ ہیں سوائے خداوند قدوس کے کوئی دوسرا آسرا اور امید

نہیں۔ وہی ہمارا حامی وناصر ہو۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ آپ ۱۲ بجے تک گھر میں رہیں گے۔ اس کے بعد آپ کو پشاور لے جایا جائے گا۔ میری رہائش گاہ کو چاروں طرف سے محاصر میں لیا گیا تھا اور باہر جانے کا کوئی راستہ تھا نہ ہی کوئی امید۔ ٹیلی فون کے ذریعے پاکستان کے دفتر خارجہ سے رابطہ کیا مگر سوائے خاموشی کے کچھ ہاتھ نہ آسکا۔

پھر وہ لمحہ بھی آیا جب مزید سرکاری حکام آئے اور حکم شاہی صادر کیا کہ آپ کو پشاور منتقل کیا جارہا ہے جہاں آپ ہمارے مہمان رہیں گے اور امریکی آپ سے صرف پوچھ گچھ کریں گے۔ ہوسکتا ہے دس دن بعد آپ گھر واپس آجائیں۔ یہی اطمینان میرے اہل وعیال کو بھی دلایا گیا اور مجھے یقین دلایا گیا کہ جب تک میں ان کا ''مہمان'' ہوں' میرے خاندان کی رہائش اور خوراک وغیرہ کا بندوبست کیا جاتا رہے گا۔ میرا یہ سب کچھ ادھر رہ گیا۔ میرے پاس دس مہینے کا ویزہ تھا اور حکومت پاکستان کا یہ رسمی اجازت نامہ بھی کہ میں اس وقت تک پاکستان میں قیام کرسکتا ہوں جب تک افغانستان کے حالات ٹھیک نہیں ہوجاتے جبکہ اقوام متحدہ کا وہ لیٹر بھی تھا جس میں پاکستانی حکام کو کہا گیا تھا کہ یہ (ملا عبدالسلام ضعیف) اہم شخصیت ہیں' ان کا احترام ہونا چاہیے۔

لگ بھگ ۱۲ بجے کا وقت تھا' جب تین گاڑیاں آئیں اور مسلح اہلکاروں نے گھر کا محاصرہ کرکے راستے اور لوگوں کی آمد ورفت کو بند کردیا۔ اس وقت میڈیا کے لوگوں کو بھی مجھ سے ملنے کی اجازت نہ دی گئی۔ مجھے باہر نکلنے کو کہا گیا۔ میں ایسے حال میں گھر سے نکلا جب میرے بیوی بچے چیخ وپکار کررہے تھے۔ میں اپنے بچوں کی طرف مڑکر نہ دیکھ سکتا تھا کیونکہ میرے پاس ان کے لیے تسلی کا ایک لفظ بھی نہ تھا۔

''اسلام کے محافظ'' پاکستانی حکام سے مجھے ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ مجھے چند پیسوں کی خاطر امریکہ کو ''تحفہ'' بنا کر پیش کردیا جائے گا۔ میں اس فکر میں گھر سے نکلا کہ اتنا ظلم کیوں ہورہا ہے؟ کہاں گئی جمہوریت اور کہاں گئے انسانی حقوق؟ مقدس جہاد کی باتیں کرنے والوں کو آخر کیا ہوگیا؟ مجھے ایک گاڑی میں درمیان میں بٹھایا گیا۔ گاڑی کے شیشے کالے تھے جن کے آر پار کچھ نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ ہماری گاڑی کے آگے سیکورٹی کی گاڑی تھی جبکہ تیسری گاڑی ہمارے پیچھے تھی جس میں مسلح اہلکار تھے۔ مجھے پشاور روانہ کیا گیا۔ راستے میں نسوانی آواز میں گانے سنائے جاتے رہے تاکہ مجھے تنگ کیا جائے اور ذہنی تشدد کا نشانہ بنایا جائے۔ میں نے راستے میں ظہر کی نماز پڑھنا چاہی

بھیانک خواب

میں نے پاکستان میں گرفتاری سے قبل ایسا خواب دیکھا جس نے مجھے چونکا دیا۔ خواب میں دیکھا کہ میرا بڑا بھائی جس کے ہاتھ میں قصابوں والی بڑی چھری تھی۔ چھری لہراتا ہوا میرے قریب آیا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے اور مسلسل مجھے گھور رہا تھا۔ مزید قریب آکر اس نے نرم لہجے میں کہا: ''بھائی! اس چھری سے میں آپ کو ذبح کرنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے آستین چڑھائی۔ میں حیران تھا اور وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میرا اپنا بھائی اس قسم کا ناروا ارادہ باندھ سکتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کبھی برا سلوک بھی نہ کیا تھا، نہ ہی کبھی اس کو ناراض کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر بڑے بھائی کی خوشی اسی میں ہے تو مجھے ان کی خواہش پوری کرنا چاہیے اور مزاحمت نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے نرمی سے پوچھا: ''بھائی! میں نے کبھی آپ کے ساتھ برا نہیں کیا، پھر آپ کس بات کا انتقام لینا چاہتے ہیں اور کیوں غیر شرعی کام کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟'' بھائی نے جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ اپنا ارادہ شوق سے پورا کرلیں اور اس امید کے ساتھ زمین پر لیٹ گیا کہ شاید ان کا دل پسیج جائے اور تھوڑا رحم آجائے مگر میری امیدوں پر پانی پھر گیا اور میرے اپنے بھائی نے انتہائی بے رحمی سے چھری میرے گلے پر پھیر کر مجھے ذبح کر ڈالا۔ میں نے یہ خواب کسی کو سنایا اور نہ ہی خود تعبیر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس بھیانک خواب دیکھنے کے چار پانچ دن بعد پاکستانی اہلکاروں نے چاروں اطراف سے میری رہائش گاہ کا محاصرہ کرلیا۔

جو قضاء ہونے کے قریب تھی مگر کہا گیا کہ پشاور میں پڑھ لو گے۔ میرے بار بار مطالبے پر بھی پروا نہیں کی گئی۔ پشاور پہنچے تو ایک دفتر نما جگہ لے جایا گیا۔ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کونسی جگہ تھی۔ مجھے ایک کمرے میں لے جایا گیا جو خوبصورت میز اور کرسیوں سے سجا تھا۔ کمرے میں قائداعظم کی تصویر تھی جبکہ میز پر پاکستانی جھنڈا لگا ہوا تھا۔ سامنے گھومنے والی کرسی پر پاکستانی شلوار قمیص میں ملبوس ایک میانہ قد پختون بیٹھا مسلسل کرسی میں گھومے جا رہا تھا۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور اپنا تعارف دفتر کے سربراہ کے طور پر کرایا۔ اس نے کہا کہ ''آپ ہمارے ایسے مہمان ہیں جن کے آنے پر ہم بہت خوش ہوئے ہیں۔'' میں ان الفاظ کے معانی جاننے سے قاصر تھا مگر لگتا تھا کہ وہ شخص ٹھیک کہتا تھا' شاید وہ خوش اس لیے تھا کہ اس کو میرے فروخت کرنے کے عوض بہت اچھا معاوضہ ملنے والا تھا۔ انسانوں کے سوداگروں کے لیے ڈالروں کے بدلے کسی مسلمان کا سودا جائز اور عین ''جہاد'' ہے۔

یہاں میں نے نماز پڑھی۔ دفتر کے سربراہ نے چائے پلائی اور کھانا کھلایا۔ پھر مجھے ایسے کمرے میں لے جایا گیا جو قیدیوں کے لیے مخصوص تھا۔ نسبتاً اچھا کمرہ تھا' جس میں گیس، بجلی کی سہولت تھی جو سردی کو روکتی تھی، اٹیچ باتھ روم تھا جہاں پانی وافر مقدار میں تھا۔ اچھی خوراک دی گئی، قرآن پاک کا نسخہ اور قلم کتابچہ بھی دیا گیا۔ ایک پہرے دار کو مجھ پر نظر رکھنے پر مامور کر دیا گیا جس سے جو مانگتا' دے دیتا تھا۔ تفتیش وغیرہ کا سلسلہ نہ تھا۔ البتہ ایک شخص بار بار آتا جو عہدیدار معلوم ہوتا تھا' پشتو نہیں جانتا تھا۔ مجھے اردو نہیں آتی تھی۔ اس نے مجھ سے انگریزی میں پوچھا:

What will happen (کیا ہونے والا ہے؟) میں نے جواب دیا: اللہ جانتا ہے' میں نہیں جانتا۔

اس دوران حکام آتے، اچھے طریقے سے سلام دعا کرتے اور مجھے احترام دیتے، باتیں نہیں کرتے تھے مگر صاف دکھائی دیتا کہ جب مجھے دیکھتے تو ان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے اور واپس پلٹ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کمرے میں آیا۔ بہت احترام دیا پھر اچانک بلک بلک کر رونے لگا۔ اتنا رویا کہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کو اٹھا کر باہر لے جایا گیا' جس کے بعد کوئی کمرے میں نہیں آیا۔ چار گھنٹے بعد مجھے امریکیوں کے حوالے کر دیا گیا۔ اس واقعے سے پہلے میں نے دو راتیں اسی کمرے میں گزاریں۔ تیسری رات ۱۱ بجے کے قریب میں نے سونے کا ارادہ کیا کہ اچانک دروازہ کھلا اور شلوار قمیص میں ملبوس چھوٹی داڑھی والا ایک شخص اندر داخل ہوا اور خیریت دریافت کرنے کے بعد پوچھا: کیا ہونے والا ہے؟ میں نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر اس نے کہا ہم آپ کو دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں۔ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے کہاں لے جایا جا رہا ہے کیونکہ مجھے سچ کی امید نہیں تھی۔ مجھے واش روم استعمال کرنے کے لیے پانچ منٹ دیئے گئے۔ ٹھیک دس منٹ بعد کمرے سے نکال کر پہلی بار ہتھکڑی لگائی گئیں اور آنکھوں پر کالی پٹی باندھی گئی، جیبوں کی تلاشی لی گئی اور ڈیجیٹل ڈائریکٹری، پاکٹ سائز قرآن مجید کا نسخہ اور کچھ رقم لے کر مجھے دھکے دے کر گاڑی میں بٹھا دیا گیا۔ میرے ساتھ گاڑی میں بیٹھے افراد خاموش تھے، کوئی کچھ نہ بول رہا تھا۔ گاڑی نے حرکت کی اور لگ بھگ ایک گھنٹے بعد میں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی۔ مجھے یقین ہونے لگا کہ ہیلی کاپٹر امریکی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ گاڑی ہیلی کاپٹر کے قریب ہوتی گئی اور اس کی آواز کانوں کو پھاڑنے لگی۔ اس دوران مجھے ضرب پڑی اور میری کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی اس ضرب کے نتیجے میں گر گئی یا مجھ سے لے لی گئی۔ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ کر مجھے دو افراد کی مدد سے گاڑی سے اتارا گیا اور ہیلی کاپٹر سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا کر دیا گیا۔ چند لمحوں بعد میں نے ''خدا حافظ'' کے الفاظ سنے۔ یہاں مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ میں امریکیوں کے حوالے کر دیا گیا ہوں۔ جاری ہے